پاکستان کے معاشی استحکام کو درپیش چیلنجز کا تدارک: قرآن اور سیرت کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

Challenges to Pakistan's Economic Stability and Its Remedies An Analytical Study in the Context of the Qur'an and the Sirah

Dr Muhammad Tayyab Khan
Lecturer, Department of Quran and Tafseer, Faculty of Arabic and Islamic Studies, Allama Iqbal Open University Islamabad, Pakistan
Email: muhammad.tayyab1@aiou.edu.pk
Dr Hafiz Muhammad Arshad Iqbal
Assistant Professor, Department of Quran and Tafseer, Faculty of Arabic and Islamic Studies, Allama Iqbal Open University Islamabad, Pakistan

Abstract
The study aims to explore the impetuses to economic instability of Pakistan constituted by the Islamic scholarship having rigorous studies in the field of economics. The study is also an endeavor to identify the extent and factors behind the intensified current economic situation as it provides theoretical remedies on the grounds of the Holy Quran and Sirah. The manifestation of the economic problems of Pakistan in recent time is aftermaths of the policies and laws that fed these problems to flourish over the decades. According to the Quran and Sunnah the policies ought to be revisited and reformed to bring the economy back on the track. In order to combat the crises, changes in economic policies regarding managing resources with justice, land reforms and equal distribution of resources and establishing a masses centered welfare state in line with the Islamic Priciples should be adopted. The paper is provides the detail on the subject matter and analysis of the data stemmed from the Qur'an and Sunnah.
Keywords: Economic Crises, Pakistan, Current problems, Remedies, Qur'an and Sunnah

تعارف

ملک پاکستان اس وقت جس معاشی بحران اور عدم استحکام کا شکار ہے، اس کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ موجودہ معاشی چیلنجز کو قرآن مجید اور سیرت نبی ﷺ کی روشنی میں دیکھا جائے تا کہ ان چیلنجز سے نکلنے کی کوئی واضح حکمت عملی کی ممکنہ صورتیں سامنے لائی جاسکیں۔

معاشی استحکام

کسی بھی ملک کی معاشی استحکام سے مراد ایسی صورتحال ہے جہاں ملک کے تمام معاشی وسائل اس کے شہریوں کو مہیا ہوں اور ان کی روزمرہ کی زندگیوں کو معاشی اعتبار سے کسی مشکل کا سامنانہ کرنا پڑے۔ معاشی استحکام

کی یہ صورتحال لوگوں کو بڑے معاشی مقاصد جیسے بے روزگاری کا خاتمہ، ادائیگیوں میں توازن، قیمتوں میں استحکام اور مستحکم معاشی نمو جیسے امور کو حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے[1]۔

معاشی استحکام کو متاثر کرنے والے عوامل

معاشی استحکام کو متاثر کرنے والے عوامل میں انفرادی اور اجتماعی مالی معاملات، سیاسی صورتحال، سماجی تناظر، قانونی معاملات اور ٹیکنالوجی شامل ہیں۔ جہاں تک پہلے عامل کا تعلق ہے تو اس کا تعلق ملک کے مالیاتی نظام سے ہے جو معیشت کے استحکام کو متاثر کرتا ہے۔ افراط زر، بڑھتا ہوا قومی اور بین الاقوامی قرض، بڑھتا ہوا مالی خسارہ، اور بلند شرح سود شامل ہیں۔

معاشی استحکام کو متاثر کرنے والا دوسرا عامل سیاسی ہے جس کا تعلق حکومت اور ریاست کے معاملات سے ہے۔ اس میں سیاسی عدم استحکام، انتشار، سیاسی جماعتوں کے درمیان پھوٹ، بدعنوانی، اور فسادات معیشت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

تیسرا عنصر معاشرتی ہے اس میں وہ معاشرتی صورتحال شامل ہیں جو نہ صرف ایک شعبے یا گروہ کو بلکہ پورے معاشرے کو متاثر کرتے ہیں۔ جیسے

اس کی معاصر مثال COVID-19 کی وبائی بیماری ہے، جس کی بنا پر جہاں بہت سی صنعتوں میں بڑے پیمانے پر بے روزگاری ہوئی، وہاں کئی میدانوں میں ای کامرس اور آن لائن خدمات نے نئی مواقع سامنے آئے۔

معاشی استحکام کو متاثر کرنے والے عوامل میں قانونی عوامل کا بھی حصہ ہے اس میں کئی حکومتی پالیسیوں یا قوانین میں تبدیلیاں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے کسی بھی ملک کی معیشت متاثر ہوتی ہے۔ ملازمت اور کاروبار سے حکومتی کابینہ، پارلیمنٹ کی قانون سازی اور ترامیم یا معاشی امور سے جڑے عدالتی فیصلے ملکی معاشی استحکام کو بھی متاثر کرتے ہیں۔

موجودہ وقت میں کسی بھی میدان کو ٹیکنالوجی کے تناظر سے ہٹ کے نہیں دیکھا جاسکتا[2]۔ ٹیکنالوجی میں نت نئے دریافتیں اور ایجادات روزانہ کی بنیاد پر ہو رہی ہیں۔ معیشت کے استحکام اور عدم استحکام میں ٹیکنالوجی کا کردار انتہائی اہم ہے۔ فی زمانہ ٹیکنالوجی کو بروقت اور بر محل صحیح طور پر استعمال معاشی استحکام کی ضمانت ہے۔ دوسری طرف بہت سے سیکٹر میں ماہرین ہنر مند ٹیکنالوجی سے نابلد ہونے کی بنا پر غیر اہم ثابت ہو کر معاشی عدم استحکام کا سبب بھی بن رہے ہیں۔ مصنوعی ذہانت پر مبنی روبوٹیک ملازمین اور چیٹ جی پی ٹی کی بنا پر معاشی عدم استحکام کے مستقبل کے اعداد و شمار خطرناک حد تک معاشی عدم استحکام کی خبر دے رہے ہیں[3]۔

موجودہ معاشی بحران

سرمایہ دارانہ نظام کے زیرِ سایہ گامزن دنیا کا معاشی نظام اس وقت جن چیلنجز سے نبرد آزما ہے اس کی ایک وجہ تو سرمایہ دارانہ نظام ہے اور دوسرا اس میں گلوبلائزیشن کے عنصر کا واضح اثر نظر آتا ہے۔ دنیا نے اب تک سرمایہ دارانہ نظام کے علاوہ کمیونزم یا اشتراکیت اور دونوں کے ملغوبے سے نظامِ معیشت چلانے کی کوشش کی ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ایسے حالات پیش آئے کہ ان نظاموں کے زیر سایہ چلنے والے معاشی حالات انسانوں کے کام آنے کے بجائے ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئے۔ بقول پروفیسر خورشید: یہ مالیاتی بحران شروع تو ستمبر ۲۰۰۷ء میں ہوا لیکن بڑھتے بڑھتے آج ۲۰۲۲ء کے اختتام پر دُور دُور تک بحالی کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے۔[بلکہ بڑھتا ہی جارہا ہے]اس مالیاتی بحران نے معیشت کے دوسرے شعبہ جات کو بھی متاثر کیا ہے اور اب یہ ایک کثیر الجہتی معاشی بحران کی شکل اختیار کر چکا ہے۔۔۔ یہ سلسلہ اب بڑھتے بڑھتے قومی سطح پر معاشی بحرانوں کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ۔۔دنیا کو اب احساس ہورہا ہے کہ یہ معاشی بحران، تہذیبی بحران میں بدل کر ہماری اخلاقی، سیاسی، انتظامی اور اداراتی کمزوریوں کو سامنے لانے کا باعث بھی بن سکتا ہے[4]۔

مزید برآں اب دنیا مابعد وبا (Post pandemic Era)، مصنوعی ذہانت(Artificial Intelligence) اور چیٹ جی ٹی پی(Chat GTP) کے تناظر میں منتقل ہو چکی ہے دوسری طرف ۲۰۳۰ تک پوری دنیا کو سترہ اہداف پر مشتمل ایک مکمل لائحہ عمل بھی پوری طرح ترجیحی بنیاد پر عمل میں لانے کا ایک ہدایت نامہ جاری کیا گیا ہے۔ لہٰذا مذکورہ پسِ منظر اور موجود تناظر میں قرآن مجید اور سیرت نبی ﷺ جو کہ قرآنی مندرجات کے مطابق ایک ائیڈیل رول ماڈل ہے، کی روشنی میں ملک کے معاشی استحکام کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے معاشی معاملات کو کس قدر اہمیت دی اور معیشت کو روزمرہ کی ضروریات کو پورا کرنے کی حد تک پیش نظر نہیں رکھا بلکہ معیشت سے جڑے معاملات کے احکام و قوانین کو اخلاقی اور روحانی اقدار کے ساتھ جوڑا ہے۔ بقول ڈاکٹر محمود احمد غازی: معاملات اور تجارت کے احکام کو شریعت نے اتنی اہمیت دی ہے کہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ دنیا کے کسی مذہب نے، تاریخ کے کسی نظریے نے اور کسی فلسفے نے معیشت و تجارت کو وہ مقام اور اہمیت نہیں دی جو اسلام نے دی ہے۔ دنیا کے کسی نظام نے معیشت اور تجارت کو اخلاق اور روحانیات سے اس طرح وابستہ نہیں کیا جس طرح اسلام نے ان دونوں کو وابستہ کر دیا ہے۔ دنیا کے کسی نظام میں معیشت و تجارت کی عمارت اخلاقی بنیادوں پر اس طرح قائم نہیں ہوتی جس طرح اسلام نے قائم کی ہے۔ مغربی ماہرین نے یہ بات تسلیم کی ہے۔ ایک بڑے مشہور مغربی ماہر قانون نے لکھا ہے کہ

اسلامی شریعت نے اخلاقی قواعد اور اصولوں کو اپنے قانون کے اندر اس طرح سمو دیا ہے کہ قانون پر عمل کرنے والا خود بخود اخلاق پر عمل درآمد کرتا ہے اور اسلام کے اخلاقی اصول کی پاسداری کرنے والا خود بخود اسلام کے قانون پر عمل درآمد کرتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے مکمل طور پر ہم آہنگ اور ایک دوسرے سے مکمل طور پر وابستہ ہو گئے ہیں[5]۔

عالمگیریت اور معیشت

یہ بات محض اتفاق نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پندرہ بیس سال پہلے سے تجارت سے وابستہ تھے اور بطور صادق اور امین کے پورے جزیرۂ عرب میں معروف تھے۔ اسلام کی صف اول کی تمام شخصیات کا تعلق تجارت سے تھا۔ خلفاے اربعہ اور خاص طور سے سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عثمان غنی، اسی طرح عشرہ مبشرہ میں سے بڑی تعداد اور اکثریت کا تعلق تجارت سے تھا۔ سیدنا عبد الرحمن بن عوف، سیدنا زبیر بن عبد المطلب، سیدنا زبیر بن العوام سب تجارت کرتے تھے۔ یہ محض اتفاق نہیں ہے، یہ اس لیے ہے کہ یہ ایک ایسی شریعت کے اولین علم بردار تھے جو بین الاقوامی شریعت تھی۔ بین الاقوامی معاملات اور تعلقات میں سب سے اہم چیز ہمیشہ سے تجارت اور معاشی معاملات رہے ہیں۔ بین الاقوامی قوانین اور بین الاقوامی روابط کی سب سے بڑی اساس تجارت اور لین دین ہے۔ یہ حضرات پہلے سے بین الاقوامی تجارتی لین دین کر رہے تھے۔ گویا اگر یہ کہا جائے کہ اسلامی شریعت اور تجارت کا پہلے دن سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اسلامی شریعت اور بین الاقوامی معیشت دونوں پہلے دن سے ایک دوسرے سے وابستہ اور لازم وملزوم ہیں۔ یہ پیغام لے کر وہ شخصیات اٹھیں جو پہلے سے اس میدان میں تھیں، اس لیے کہ اگر کسی ایسی قوم کو یہ پیغام دیا گیا ہوتا جو تجارت اور بین الاقوامی معیشت سے ناواقف ہوتی تو اسلام کے ان احکام پر عمل درآمد شاید اتنی آسانی سے نہ ہو سکتا اور اسلام کے وہ احکام جو پہلی صدی ہجری میں مرتب ہونا شروع ہو گئے، وہ شاید نہ ہو سکتے۔

سیرت نبی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور معاشی استحکام کی فکری بنیاد

نبی کریم ﷺ کی نے جن معاشی و اقتصادی اقدامات کو اپنایا ان سے نظامِ معیشت کا مقصد وحید صرف انسانی ضروریات و حاجات کو پورا کرنا نہیں تھا بلکہ اس کا مقصد اقوام کی باہمی اخوت و ہمدردی اور مساوات و مواسات تھا اور وہ اخلاقی رفعت اور ابدی سعادت کے حصول کا ایک ذریعہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے فارس و روم کی سلطنت میں ایسا معاشی نظام قائم تھا اس کے سلبی پہلوؤں میں سے بقول شاہ ولی اللہؒ یہ تھا کہ جن صنعتوں پر نظامِ عالم کی بنیاد قائم ہوتی ہے وہ اکثر یک قلم متروک ہو گئیں اور امراء و روسا کی مرضیات و خواہشات کی تکمیل ہی سب سے بڑی

خدمت اور سب سے بہتر حرفہ شمار ہونے لگا اور جمہور کی یہ حالت تھی کہ ان کی تمام زندگی بد اخلاقیوں کا نمونہ بن گئی تھی کوئی مجاہدین کے نام پر وظیفہ خوری کر رہا تھا تو کوئی مدبر مملکت کا لقب لگا کر، کوئی درباری شاعر بن کر تو کوئی صوفی و فقیر بن کر دعا گوئی کے زمرہ میں مالی استحصال کر رہا تھا۔ چاپلوسی، مصاحبت، چرب زبانی اور درباداری ذریعہ معاش بن گئی تھی اس طرح کے اعمال نے ان کے افکارِ عالیہ اور ذہنی نشو و نما کی تمام خوبیاں مٹا کر پست و ارزل زندگی پر قانع کر دیا تھا۔ لوگوں کے طبائع اخلاقِ صالح سے نفرت کرنے لگے اور ان کے تمام اخلاقِ کریمانہ کو گھن لگ گیا اور یہ سب اس فاسد معاشی نظام کی بدولت پیش آیا جو عجم و روم کی حکومتوں میں کار فرما تھا۔ آخر جب اس مصیبت نے ایک بھیانک شکل اختیار کر لی اور مرض نا قابلِ علاج تک پہنچ گیا تو خدا تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھا اور اس کی غیرت نے تقاضا کیا کہ اس مہلک مرض کا ایسا علاج کیا جائے کہ فاسد مادہ جڑ سے اکھڑ جائے اور اس کا قلع قمع ہو جائے۔ اس نے ایک نبی امی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مبعوث کیا اور اپنا پیغامبر بنا کر بھیجا وہ آیا اور اس نے روم و فارس کی ان تمام رسوم کو فنا کر دیا اور عجم و روم کے رسم و رواج کے خلاف صحیح اصولوں پر ایک نئے نظام کی بنیاد ڈالی[6]۔

معاشی استحکام میں افراد معاشرے کے اقدامات اور کردار

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اسی نہج پر اعمال سے ایک مثالی معاشرہ قائم ہوا۔ اس معاشرے میں مال داروں کے دلوں میں غریب و نادار لوگوں کے لیے ایک احساس تھا جس کے مظاہر کی مثالیں ہمیں سیرت میں واضح طور پر ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مخیریق نامی ایک مالدار شخص کی جانب دی جانے والی ساری زمینیں اور باغات اپنی طرف سے وقف کر دی تھیں جن سے اسلامی ریاست کے کئی قسم کے ضروری اخراجات اس سے ادا ہوتے تھے۔ غریبوں، ناداروں اور اصحابِ صفہ کی ضروریات بھی اس سے پوری ہوتی تھیں[7]۔ اسلام میں وقف کی یہ پہلی مثال تھی جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے قائم کی۔ یہ وہ اسوہ تھا جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی عمل کیا چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خیبر سے ملنے والی زمین یہ کہہ کر وقف کی کہ یہ زمین میرے پاس اب تک آنے والے مال و دولت میں سے بہترین ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انھیں مشورہ دیا کہ یہ زمین اس طرح وقف کر دو کہ اس کی اصل ملکیت موجود رہے وہ خرچ نہ ہو اور اس سے محصول آمدنی یتیموں، بیواؤں اور مسافروں پر خرچ ہوتی رہے[8]۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ معاشرے میں معاشی استحکام کے لیے اٹھائے جانے والے اہم اقدامات میں سے مالداروں کا غریبوں اور ناداروں کا خیال رکھنا اور اپنی جائیدادوں اور ان سے محصول آمدنی کو معاشرے کے پسماندہ طبقات کے لیے وقف کرنا معاشی استحکام کے لیے ایک اہم اقدام ہے۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقتدر حلقوں کو ملنے والے تحائف، جائیدادیں اور دولت ریاستی

خزانہ کو وقف کریں تو اس سے دیگر غیر مقتدر حلقوں میں ریاست کے ان کرتا دھرتاؤں پر اعتماد بحال ہو سکتا ہے اور ان کے ہاں اہلِ اقتدار کا اعتماد بھی بحال ہو سکتا ہے۔ آئی ایم ایف کے قرض سے جان چھڑانے کے لیے یہ ایک اہم اقدام ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں: "قرآن مجید کا وہ حصہ جو مدینہ منورہ میں نازل ہوا اس میں سینکڑوں آیات ہیں جن میں اشارۃً، کنایۃً یا صراحۃً مدینہ منورہ کے معاشرے کے بارے میں ذکر ملتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس طرح قربانیاں دیں۔ کس طرح مال و دولت میں دوسروں کو شریک کیا۔ کس طرح ان میں معاشرتی تبدیلی آئی اور کس طرح ان میں بہتری آئی"۔

قرض کا لین دین اور عدم استحکام

عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے تحت قائم ہونے والے نظام نے تمام ممالک کو قرض کے ایک ایسے جال میں پھنسا رکھا ہے کہ کوئی بھی ملک چاہے وہ ترقی یافتہ ہے یا ترقی پذیر اور تیسری دنیا کا، سبھی قرض میں جکڑے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن اس ضمن میں بڑے ملکوں کی اجارہ داری نے تیسری دنیا کے ممالک کو مزید مشکل میں ڈال رکھا ہے۔

پاکستان کی معاشی استحکام کے چیلنجز میں سے اس پر داخلی اور خارجی قرضہ جات ہیں جو ملکی پیداوار (Gross Domestic Product) کے تناسب سے کہیں زیادہ ہے۔ مالی سال ۲۰۲۲ء۔۲۳ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کا مجموعی قرضہ اس کی مجموعی پیداوار کا 77.8٪ ہے[9]۔ کسی بھی ملک کی معیشت کے استحکام کی علامت یہ ہے کہ اس کی مجموعی پیداوار اس کے مجموعی قرض سے زیادہ ہو لیکن بدقسمتی سے پاکستان کی آخری تیس سالہ اعداد و شمار کے مطابق سوائے ۲۰۰۶ اور ۲۰۰۷ء کے، مجموعی پیداوار سے قرضے کا یہ تناسب کبھی بھی پچاس فی صد سے کم نہیں رہا[10]۔ یہ قرضے ملک کے عوام کی مالی مشکلات میں اضافہ کرتے ہیں کیونکہ انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ ان قرضوں کے عوض شرح سود میں اضافے، ٹیکس بڑھانے، قومی اداروں کی نجکاری، بین الاقوامی سرمائے کی آمد و رفت پر سے پابندیاں ہٹانے جیسی شرائط لگائی جاتی ہیں جس کے نتیجے میں غربت، بیروزگاری، معاشی دباؤ اور عدم استحکام، ملکی صنعتوں کا مفلوج ہونا اور سود در سود کی ادائیگی کے لیے قرضوں پر قرضے لیے جانے کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ جب سے آئی ایم ایف کا ادارہ (دسمبر ۱۹۴۵ء) وجود میں آیا ہے اور قرضوں کا یہ لامتناہی سلسلہ شروع ہوا تاریخ میں بہت سے ممالک ان قرضوں کی آڑ میں دیوالیہ ہوتے رہے جیسے اسی ۱۹۸۰ء کی دہائی میں لاطینی امریکہ کے ممالک اور پھر ۱۹۹۷ء میں مشرقی ایشیاء کے ممالک کا مالیاتی بحران آئی ایم ایف کی ان پالیسیوں کا نتیجہ تھا جو ان ممالک نے آئی ایم ایف کے کہنے پر نافذ کی تھیں[11]۔

بے تحاشہ قرضے میں اضافہ اور پھر اس قرض کے لین دین سے سود در سود کا سلسلہ بلاشک وشبہ اس نظام کی ناکامی اور ظلم کے دور دورے اور نتیجتاً انسانی معاشرے کی تباہی کے اسباب ہیں[12]۔ اس ضمن میں مسئلہ صرف بینک کاری نظام کا نہیں بلکہ پورا نظام زندگی فاسد ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ خرچ اور اسراف کو بہت زیادہ پھیلائے جانے کی بناء پر قرض لینے کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔۔ اخلاقی اقدار کو معاشیات سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ جب کہ نبی ﷺ کی سیرت نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اخلاقی اقدار کی درستی کے ساتھ عملی طور پر پیش کیا ہے۔ سود کی حرمت اور سود کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کے لین دین کرنے والوں کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ منشائے خداوندی انسانیت کی بھلائی ہے اور زمین کو ہر طرح کے فساد سے محفوظ رکھ کر اس کی آبادکاری ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَoفَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ-وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ-لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾[13]

اے ایمان والو! اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔ پھر اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے لڑائی کا یقین کر لو اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے اپنا اصل مال لینا جائز ہے۔ نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ تمہیں نقصان ہو۔

دوسری طرف قرض کی صورت میں جن اخلاقی قدروں کو رواج دیا گیا ان میں مقروض کے احوال کی رعایت کرتے ہوئے اس کے ساتھ تعامل کرنا جیسے فرمایا: ﴿ وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍؕ-وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[14] (اور اگر مقروض تنگدست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دو اور تمہارا قرض کو صدقہ کر دینا تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اگر تم جان لو)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے تنگ دست کو مہلت دی یا اس کو معاف کر دیا اللہ اس کو اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہو گا۔

اسی طرح قرضِ حسنہ کی ترغیب جیسے فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةًؕ-وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ-وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾[15] (ہے کوئی جو اللہ کو اچھا قرض دے تو اللہ اس کے لئے اس قرض کو بہت گنا بڑھا دے اور اللہ تنگی دیتا ہے اور وسعت دیتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے)۔

نبوی سیرت میں قرضِ حسنہ کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جیسے نبی کریم ﷺ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے قرض کی واپسی کے تقاضے پر انہیں نصف قرض کی ادائیگی پر راضی کیا اور بقیہ نصف قرض کو

معاف کرنے کا کہا جسے کعب بن مالکؓ نے بطیب خاطر قبول فرمایا۔ اسی طرح ابو الیسر رضی اللہ عنہ نے مقروض کی تنگدستی کو دیکھتے ہوئے قرض معاف کر دیا۔

اس کے علاوہ قرض کے غلبہ سے اللہ کی پناہ مانگنا[16] اور مقروض کے جنازے کی امامت پر نبی کریم ﷺ کا تامل و توقف اور پھر ابو قتادہؓ کی طرف سے متوفیٰ مقروض کے قرض کی ادائیگی پر نبی ﷺ کا اس کی نماز جنازہ پڑھانا اور بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فتح ونصرت عطا کی تو آپ ﷺ کا یہ فرمانا: میں ہر مومن پر اس کی جان سے زیادہ حق رکھتا ہوں، جو قرض چھوڑ کر مرے اس کی ادائیگی مجھ پر ہے اور جو مال چھوڑ کر مرے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے[17]۔ یہ سب وہ مکارم اخلاق ہیں جو نبی کریم ﷺ نے قرض کے معاملے میں سکھائے ہیں۔

اس میں کوئی بحث نہیں کہ افرادِ معاشرہ کو انفرادی یا اجتماعی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ قرض کا لین دین کرنا پڑتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود قرض کا لین دین کیا۔ اور نبوی معاشرے میں قرض کا لین دین تھا لیکن اس لین دین میں جو خرابیاں پائی جاتی تھیں ان کی اصلاح کی گئی تاکہ انسانوں کے بنیادی مالی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جاسکے اور ظلم کی راہ کا سدِباب کیا جاسکے۔ اہل ایمان قرآن مجید کے مطابق اللہ تعالیٰ کو قرض دیتے ہیں اور کئی گنا منافع واپس پاتے ہیں اور مغفرت کا مزید عطیہ پاتے ہیں[18]۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚوَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾[19](اگر تم اللہ کو نیک قرض دو تو وہ اسے تمہارے لیے دگنا کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ بڑا قدر دان حلم والا ہے)۔

نبی ﷺ کے دور میں قرض کے لین دین کی تمام حسین واستحصالی اور انسانی ویہودی صورتیں جاری وساری تھیں کہ معیشت و اقتصاد ہی نہیں زندگی و سماج بھی ان پر منحصر تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی احسانی سنت و ملکوتی صفت میں دوسروں پر اپنا مال و دولت و محبت لٹانا اور دوسری سماجی ومالی سنت قرض لینے اور دینے کی تھی۔ آپ ﷺ بنفسِ نفیس اپنے لیے، اپنے اہل و عیال کے لیے، اپنی امت کے لیے قرض لیتے اور ادا کرتے رہے۔ دوسرے افراد و طبقات کو بھی آپ ﷺ نے اپنے مال و دولت سے قرض دیے اور ان سے واپس لیے۔ اور یہ سلسلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں بھی جاری رہا۔ اگرچہ سودی کاروبار اور سودی قرض کی حرمت دینِ ابراہیمی، دین موسوی اور دینِ عیسوی میں تھی لیکن عرب سماج میں مشرکین کے علاوہ یہودی اور عیسائی سود کا لین دین کیا کرتے تھے۔ چونکہ قرض میں سود و ربوٰکی آمیزش ایک فریق (قرضدار) کی دوسرے فریق (قرض خواہ/مالدار) کے استحصال کو لازم ہوتی تھی، اس لیے اسے حرام قرار دیا گیا۔ رسول اکرم ﷺ کے سماجی انصاف وعدل اور اس سے بڑھ کر انسانی فلاح و بہبود اور انسانی سلوک وطریق کا ایک کارنامہ تو یہ ہے کہ ذات گرامی کو کبھی آلائش سے آلودہ نہ فرمایا، حتیٰ کہ اس کا خیال خام بھی

خاطر عاطر میں گزر نہ پاسکا کہ لوٹ ذہنی ہی عمل گندہ کی طرف لے جانے کا باعث بنتا ہے۔ اسلام و ایمان لانے کی شرائط میں سے تھیں کہ وہ شراب نہ پییں گے اور نہ سود لیں گے اور دیں گے۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ محمد یسین مظہر صدیقیؒ کے نزدیک جن علماء و مفکرین اور سیرت نگاروں نے ایک مدت تک عہدِ نبوی میں شراب خوری اور سود خوری کی اجازت و حلت بیان کی ہے یا ان کی تحریم کے مرحلے بیان کیے ہیں ان کو غلط فہمی لگی ہے۔ لہٰذا ان کے ہاں یہ شراب اور سود کی حرمت ابراہیمی ملت کا تسلسل تھا[20]۔

اگر حکمران واقعی ان قرضوں سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے صداقت و امانت کے کسی کم سے کم معیار پر قوم میں اپنی ساکھ اور اعتماد بحال کریں، عوام کو اپنے طرزِ عمل سے یہ بتائیں کہ ہم ان کی اصلاح وفلاح کے لیے کام کررہے ہیں، ساتھ ساتھ قوم کی اخلاقی تربیت ہو اور ان کو ایک بلند نصب العین کے حصول کے لیے آمادہ کیا جائے، قوم بھی زہد و قناعت، سادگی اور کفایت شعاری کی زندگی اپنائے (اس مقصد کے لیے حکومت بے جا تعیش پر پابندی لگا سکتی ہے) کیوں کہ تعزیر کے باب میں حکومت کے اختیارات بہت وسیع ہیں۔ حکمران طبقہ اپنی عیاشانہ اور مسرفانہ زندگی ترک کردے، کیوں کہ اونچے طبقات کا اثر متوسط پر پڑتا ہے اور نچلے طبقے کے لوگ متوسط طبقے سے اثر پذیر ہوتے ہیں[21]۔

ڈاکٹر عمر چھاپرا لکھتے ہیں: کہ حکومتوں اور افراد کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے اخراجات کم کریں۔ جو ضرورت کی چیزیں ہیں وہی خریدیں اور جتنا بچاسکتے ہیں بچائیں۔ پاکستان معاشرے میں عوام اور حکومتوں کے فضول اخراجات کی وجہ سے یہ شرح بہت ہی کم ہے۔ اس میں اضافے کا طریقہ کار یہ ہے کہ خرچ کو کم کیا جائے اور بچت کو بڑھایا جائے اور قرض صرف ان چیزوں کے لیے لیا جائے جو بے انتہا ضروری ہیں[22]۔

نبی ﷺ کی سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے بیرونی یا اندورونی ملکی قرضوں کے مسائل کا حل تو ظاہر ہے اس امر پر ہے کہ حکومت سب سے پہلے اپنے اخراجات کو کم کرکے ملکی پیداوار کو بڑھا کر ان قرضوں سے نجات حاصل کرے۔ قرضوں کا تناسب دیکھتے ہوئے اس وقت صرف اس اقدام سے ان قرضوں سے نجات ممکن نہیں اس لیے اس کے ساتھ ضروری ہے کہ وہ کرپشن کو ختم کرکے سادگی اختیار کرکے اپنا اعتماد عوام میں بحال کرے۔ اس میں مختلف سرکاری اداروں میں غیر ضروری اخراجات کو کم کرنے کی ضرورت بھی ہے۔ پاکستان کے اداروں کے درمیان وسائل کی غیر عادلانہ تقسیم کو ختم کرکے ان میں توازن قائم کیا جائے تاکہ نبوی معاشرے کی عدلِ اجتماعی سے ہم یہ ہدایات بخوبی لے سکتے ہیں۔ ان حکومتی اقدامات کے ساتھ پھر اصلاحات کی شدید ضرورت ہے کیونکہ نبوی معاشی اصول میں سے یہ بھی ہے کہ یہ نظام کسی اشرافیہ کے وجود کی آبیاری نہیں کرتا بلکہ دولت کی عادلانہ تقسیم اور گردش

دولت کی مختلف صورتوں اور اخلاقی قدروں کی تبلیغ کے ذریعے لوگوں پر ظلم کے راستے مسدود کرتا ہے۔ اس اصول کے پیشِ نظر پاکستان میں اصلاحات کے عمل کو آگے بڑھایا جائے کیونکہ پاکستان کے عوام جس غربت اور کسمپرسی کا شکار ہیں اس کی بڑی وجہ معیشت کے بہت سے شعبوں، جن کا تعلق عوام کی روزمرہ زندگی کی ضرورتوں سے ہے، میں مختلف مافیاز کا وجود ہے ظاہر ہے کہ یہ مختلف حکومتی ادوار کے بنائے ہوئے نظام کا شاخسانہ ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ پارلیمنٹ کی سطح پر مافیاز کی بیخ کنی کے لیے قانون سازی کر کے ان اصلاحات کو نافذ کیا جائے۔ تاکہ مافیاز کے ذریعے پھیلائے ہوئے جالوں سے کم از کم عوام کے مالی بوجھ ہلکے ہو سکیں۔ پھر حکومت ہنگامی صورتحال کے نفاذ کے ساتھ اپنے اختیار استعمال کر کے ملک کی بڑے سرمایہ داروں سے سرمایہ وصول کرے تاکہ ان قرضوں کے بوجھ کو ہلکا کیا جا سکے۔

محققین کے مطابق اسلام نے جس اجتماعی نظام کی بنیاد ڈالی ہے وہ ایسے اصولوں پر مبنی ہے جس میں حکومت، سیاست اور معیشت کو ایک خدا پرستی اور مذہب کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہو اور دوسری جانب معاشیات میں اس روح کو داخل کیا جس سے عام خوشحالی، عام اخوت و ہمدردی اور مواساۃ اور مساوات باہمی کار فرما ہو جائے۔ اس میں تمام کائناتِ ذی روح حقِ معیشت میں مساوی ہے اور وہ تمام معاشی طریقے ناجائز و مردود ہیں جن کی بدولت مذموم سرمایہ داری نشو و نما پاتی ہے یعنی ایسے طرق جو دولت کو مخصوص طبقات میں سمیٹ کر جمع کر دیتے ہیں اور عام مخلوقِ خدا کے افلاس اور فقر و فاقہ کا موجب بنتے ہیں، دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ اس نے اکتناز و احتکار کو حرام قرار دے کر ان تمام ذرائع کا سدّباب کر دیا جو حقِ معیشت کی مساوات میں رخنہ انداز ہو سکتے تھے[23]۔

ٹیکنالوجی اور استحکامِ معیشت

موجودہ دور میں معیشت کے استحکام میں ٹیکنالوجی میں ترقی ایک اہم عامل ہے۔ معیشت کا کوئی بھی شعبہ ہو اس دور میں ٹیکنالوجی کی بدولت ہی اسے استحکام دیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کم زرعی وسائل کے حامل ممالک نے ٹیکنالوجی کی مدد سے زیادہ سے زیادہ اس قدر زرعی ترقی کی ہے کہ وہ دوسرے ممالک کو بھی زرعی اجناس اور برآمدات فراہم کرتے ہیں۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے جس کی معیشت کا انحصار زراعت پر بتایا جاتا ہے۔ لیکن ٹیکنالوجی کے نہ ہونے یا اس کے مناسب اور بر وقت استعمال نہ ہونے کی بنا پر آج اس مقام پر کھڑا ہے کہ اسے اپنی زرعی ضرورت پوری کرنے کے لیے زرعی اجناس دیگر ممالک سے درآمد کرنا پڑتی ہیں۔ پاکستانی معیشت میں ٹیکنالوجی کے استعمال کے فقدان کی یہ ایک مثال ہے۔ سیرت نبوی کی روشنی میں معیشت کے بنیادی اصول کو پیشِ نظر رکھ کر ٹیکنالوجی کے

استعمال میں بنیادی اصول تیسیر اور اباحت سے ہی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر غازی لکھتے ہیں کہ اسلام کی حکمت تشریع کا ایک بنیادی اصول ہے کہ معاملات اور تجارت کے ابواب میں اصل چیز حلت ہے، حرمت نہیں[24]۔

زراعت، انتظام و تقسیم اراضی اور معاشی استحکام

پاکستان میں زمینوں کا پہلا مسئلہ تو بنجر زمینوں کی آبادکاری اور تقسیم کا ہے اور پھر ان زمینوں کی غیر منصفانہ تقسیم کا ہے۔ زمینوں کی غیر منصفانہ تقسیم بھی اس کے معاشی عدم استحکام کی ایک بڑی وجہ ہے۔ زمینوں کی غیر منصفانہ تقسیم کی بنا پر ملک کی آبادی کا ایک بڑا حصہ جہاں بڑے بڑے زمین داروں کے استحصال و ظلم کا شکار ہوتے ہیں وہاں زمین کے اصل فوائد سے عوام اور ضرورت مند محروم رہتے ہیں۔ بڑے کاشتکار تو اپنا حصہ اپنے حق سے بھی زیادہ وصول کر لیتے ہیں لیکن چھوٹے کاشت کار مارکیٹوں تک رسائی نہ ہونے کی بنا پر اپنے حقوق سے محروم رہتے ہیں یوں وہ ایک مسلسل غربت کے مسائل کا شکار رہتے ہیں۔ نبی ﷺ نے بحرین میں جاگیریں دینے کا ارادہ کیا تو انصار نے عرض کیا کہ [ہم لوگ نہیں لیں گے] جب تک کہ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی آپ اتنی ہی جاگیر عطا نہ فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے بعد دیکھو گے کہ تم پر لوگوں کو ترجیح دی جائے گی، تو اس وقت تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے ملو[25]۔

پاکستان میں بھی بالکل ایسی ہی صورت حال ہے زمین کی ملکیت نہ ہونا پاکستان کے دیہی علاقوں میں غربت اور بھوک کی بلاشبہ سب سے بڑی وجہ ہے۔ تقریباً 70 فیصد دیہی آبادی کے پاس اپنی اراضی نہیں ہے اور پاکستان کی کل اراضی کی 71 فیصد Agricultural Irrigated Land زمین کو قابل کاشت Arable Land بنایا جا سکتا ہے۔ جو کہ 1975 میں تقریباً 6 کروڑ 84 لاکھ پاکستانیوں کیلئے Million Hector595.19 تھی یعنی کل قابل کاشت اراضی کا صرف 21 فیصد اور آج تقریباً 19 کروڑ پاکستانیوں کیلئے Million Hector30.20 یعنی کل قابل کاشت اراضی کا صرف 23 فیصد ہے۔ اس 23 فیصد رقبہ کا 47 فیصد خواص کے پاس ہے اور باقی اراضی اسوقت عوام کی ملکیت ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ برّصغیر ہند میں برطانوی قانون کے تحت نجی جائیداد رکھنے کے حقوق بنیادی طور پر جاگیر داروں کو دیئے گئے تھے جس کا مقصد ان کی حمایت حاصل کرنا تھا اور آزادی ملنے کے بعد بھی پاکستان کی حکومتوں نے جاگیر داروں کے طبقہ اشرافیہ کو نوازنے کے لئے ان قوانین کو برقرار رکھا ہے جن میں سے بہت سے جاگیر دار معروف سیاست دان بن چکے ہیں اِسی لئے اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ ملک میں اصلاحاتِ اراضی کی کوششیں غیر مُنظم اور غیر مؤثر ثابت ہوتی رہی ہیں[26]۔

اس سلسلے میں شیخ عمران فیصل کا کہنا درست ہے کہ اسلامی اقتصادی نظام میں معاہدہ مزارعت کا مقصد انفرادی اور اجتماعی ترابط، تعاون اور تراحم کو مضبوط کرنا ہے تاکہ مسلمانوں کے درمیان باہمی اخوت اور محبت کا رشتہ قائم ہو اور

اس کے لیے اسلامی معاشی نظام کو دوسرے نظاموں کو مشرف بالاسلام کرنے یا ان سے کچھ مستعار لینے کی ضرورت نہیں وہ ہر قسم کے زمان و مکان کے لئے صالح اور موزوں ہے بس ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے نافذ کیا جائے[27]۔

مردم شماری، اعداد و شمار اور معاشی استحکام

مردم شماری اور اعداد و شمار کو معیشت کے استحکام میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ بہت سادہ سی بات ہے کہ اگر ایک گھر کے افراد کی تعداد کے معلوم ہونے پر ہی اس کی آمدنی اور خرچ کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں مردم شماری کا عمل متنازعہ رہا ہے وجہ جو بھی ہو لیکن اس کے معیشت کے اعداد و شمار پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ حکومت مرتب کردہ اعداد و شمار کی بنیاد پر ہی لوگوں کی ضرورتوں اور ان کی بنیاد پر پیداوار کی ضرورت، آمدنی، درآمدات اور برآمدات اور اخراجات کی حکمتِ عملی وضع کر سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ آنے پر مردم شماری بھی کروائی جیسے کہ صحیح بخاری میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: أكتبوا لي من تلفظ بالإسلام من الناس[28] میرے لیے ان تمام لوگوں کی ایک فہرست تیار کر دو جو مسلمان ہو چکے ہیں۔ گویا مسلمان باشندوں کی پہلی مردم شماری ہجرت کے بعد ہوئی[29]۔

یہ سلسلہ خلفائے راشدین کے دور میں چلتا رہا۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں کہ اگر محاصل و مصارف کی تعیین میں بھی اعداد و شمار کا لحاظ نہ رکھا جائے تو پھر کوئی حکومت نہ اس مقصد کی تکمیل کر سکتی ہے کہ قلم روِ حکومت میں ایک فرد بھی محروم المعیشت نہ رہے اور نہ وہ معاشی عدل و انصاف کا حقیقی توازن قائم رکھ سکتی ہے۔ تاریخ طبری کے مطابق عثمان غنیؓ نے مردم شماری کی اس اہمیت کے پیشِ نظر فرمایا کہ اگر لوگوں کو شمار کر کے ان کی تعداد کا احاطہ نہ کیا گیا تاکہ پانیوالے اور نہ پانیوالے کا صحیح حال معلوم ہو سکے تو مجھ کو خوف ہے کہ اس معاملے میں انتشار نہ پیدا ہو جائے[30]۔ اس لیے پاکستان کے تناظر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مردم شماری کے درست ہونے سے ہی ملکی پیداوار، ضرورت اور خرچ نیز درآمدات و برآمدات کی درست حکمت عملی وضع کی جا سکتی ہے۔

سرمایہ کاری کے فروغ کے لیے اصول تیسیر

پاکستانی معیشت کے عدم استحکام میں ایک اہم مسئلہ معیشت کے کسی بھی شعبہ میں تیسیر یعنی آسانی کے عنصر کا فقدان ہے۔ ہر شعبہ کے افراد کو اس بات کی شکایت رہتی ہے۔ ملکی معیشت کے استحکام کی ایک علامت یہ ہے کہ دیگر ممالک کے سرمایہ کار ملک میں سرمایہ کاری کریں۔ لیکن اس سلسلے کے متعلقہ اداروں میں ان لوگوں کے لیے کاغذات کی تیاری اور مرتب کرنے مشکلات کی بنا پر غیر ملکی سرمایہ کار تو دور کی بات ہے ملکی سرمایہ کار بھی اپنے ممالک کو ترک کر کے دوسرے ممالک میں سرمایہ منتقل کر رہے ہیں۔ یقیناً اس سلسلے میں باقی شرائط کے ساتھ نبی ﷺ کے

سیرت سے مستفاد تیسیر کے اصول کو معیشت کے نقصان کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾[31] (اللہ تعالیٰ تمہاری آسانی چاہتا ہے اور وہ تمہاری مشکل نہیں چاہتا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلاَ تُنَفِّرُوا[32]۔ نبی کریم ﷺ ہر معاملے میں آسانی کو ترجیح دیتے تھے۔ اور یہ حدیث عام ہے۔ عبادات ہوں یا معاملات یا انسانی زندگی کا کوئی اور مسئلہ شارحین کے مطابق اس میں شامل ہے[33]۔

حکومتی ساکھ کی بحالی اور معاشی استحکام

پاکستان کے معاشی عدم استحکام میں جہاں دیگر عوامل کار فرما ہیں وہاں مستحکم حکومت کا فقدان اور پھر سوشل میڈیا اور دیگر آزاد ذرائع ابلاغ کے ذریعے پھیلائی جانے والی خبروں پر اعتماد کی بنا پر اداروں کا ایک دوسرے پر اور عوام کا اداروں اور حکومت پر اعتماد کا فقدان بھی شامل ہے۔ جس کے نتیجے میں ریاست کے محصولات میں کمی کا رجحان سامنے آتا ہے۔ پروفیسر خورشید نے اسی چیلنج کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس چیز کی سب سے زیادہ کمی ہے وہ باہمی تعاون، اشتراک اور باہمی عمل کا جذبہ ہے۔ تمام بڑے ادارے یا تو ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں یا ایک مشکل قسم کے باہمی رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔ لیکن اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ لوگوں کا حکومت اور حکومتی اداروں پر اعتماد اگر مکمل طور پر ختم نہیں بھی ہوا، تو کمزور ضرور ہو چکا ہے[34]۔ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات صداقت اور امانت کے اس اعلیٰ درجے پر فائز تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ کفار کو بھی آپ ﷺ ہر طرح کا اعتماد حاصل تھا۔ ابو شہبہ اپنی کتاب " السيرة النبوية على ضوء القرآن والسنة" میں لکھتے ہیں:

وكان صلى الله عليه وسلم مثالًا كاملًا للأمانة وأداء الحقوق لأربابها، والصدق في الحديث، لم تحص عنه خيانة ولا كذبة قط، ولقد اشتهر بأمانته منذ صغره حتى لقب بالأمين، ولما بلغ هرقل ملك الروم كتاب النبي داعيًا له إلى الإسلام طلب ناسًا من قومه يسألهم عنه، فجيء له برهط فيهم: أبو سفيان بن حرب فكان مما قال له: (هل كنتم تتهمونه بالكذب قبل أن يقول ما قال؟) قال: لا، قال هرقل: (ما كان ليدع الكذب على الناس ويكذب على الله!!) ولما هاجر إلى المدينة ترك عليًا بمكة ليرد الودائع التي كانت عنده إلى أصحابها؛ لذلك كانوا يلقبونه الصادق وبالأمين[35]

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم امانت داری اور اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی اور گفتگو میں سچائی کی کامل مثال تھے،، آپ ﷺ کے بارے میں کبھی خیانت یا جھوٹ نہیں بولا، اور آپ ﷺ بچپن ہی سے اپنی دیانت داری کے لیے مشہور تھے اسی لیے آپ ﷺ کو امین کے لقب سے نوازا گیا اور جب رومیوں کے بادشاہ ہرقل کو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا خط ملا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی تھی تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے لوگوں کو بلا بھیجا تاکہ وہ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھیں تو اس کے پاس ایک گروہ پیش جس میں ابو سفیان بن حرب بھی موجود تھے تو ہرقل نے ابو سفیان بن حرب سے پوچھا: (اس کی تبلیغ سے پہلے کیا تم نے اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا تھا؟) اس نے کہا: نہیں، ہرقل نے کہا: (جس کی شان یہ ہو کہ وہ لوگوں سے متعلق جھوٹ نہ بولتا ہو تو وہ اللہ سے متعلق کیسے جھوٹ بول سکتا ہے؟) اور جب اس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تاکہ علی کو مکہ میں چھوڑ دیا جائے تاکہ ان کے پاس موجود امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کر دیں۔ اس لیے وہ انہیں صادق اور امین کہا کرتے تھے۔

کفارِ قریش ہزار اختلاف کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پارسائی، راستبازی اور امانت و دیانت کے مداح و معترف تھے۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں تلوار اور جہاد سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باکمال سیرت کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کی کفار سے لڑائی تیر و تفنگ کی نہیں اخلاق اور اصول کی لڑائی ہے، اس کا نصب العین زر اور زمین کا حصول نہیں بلکہ دنیا میں اپنے اصول اور اقدار کو پھیلانا ہے[36]۔

اگر حکومت و ریاستی ادارے عوام کا اعتماد بحال کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور عوام کو یقین ہو جائے کہ ملکی معیشت پر دباؤ کی وجہ سے لیے گئے قرضے اور دیگر اقدامات ان کی بھلائی اور فلاح و بہبود کے لیے ہیں اور قابل ادا قرضوں کو کسی قسم کی کرپشن اور غیر ضروری اخراجات کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیا جائے گا تو یقیناً عوام اپنی مرضی سے حکومت کی مدد کرکے قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق انفاق کی اعلیٰ صورت "عفو" یعنی زائد از ضرورت مال کو برضا و رغبت خرچ کرنے پر آمادہ ہوں گے۔ اور پھر حکومت کے پاس اسلامی معیشت کے اس اصول کے نفاذ کا جواز بھی باقی رہے گا کہ ضرورت پڑھنے پر وہ ملک کے اشرافیہ سے مال لے کر ملکی ضرورت پوری کر سکتی ہے۔

کفالت عامہ [37]

ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ بلا تفریق مذہب و قوم لوگوں کی بنیادی ضروریات و حاجیات کی فراہمی کو یقینی بنائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من عبد استرعاه الله رعية، فلم يحطها بنِصيحة ، إلّا لم يجد رائحة الجنة [38] اسی روایت کے پیشِ نظر خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنی خلافت میں رعایا سے بڑھ کر جانوروں پر اپنی ذمہ داری کا یہ فرمان جاری فرمایا:

"لو مات جمل ضياعا على شط الفرات لخشيت أن يسألني الله عنه"[39] (اگر فرات کے کنارے ایک اونٹ بھی بھوک کی وجہ سے مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کے بارے میں پوچھے گا)۔ سیرت نبی ﷺ سے کفالت عامہ کے جو مظاہر سامنے آتے ہیں ان میں مؤاخات، بیت المال کا قیام، اجتماعی عدل اور سرکاری سطح پر زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم جیسے کام شامل تھے۔ (جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے رعایا کا حکمران بنایا اور اس نے ان کے ساتھ پوری خیر خواہی کا نہ کیا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا)۔

سیاسی استحکام معاشی استحکام کی ضمانت

یہ امر شبہ سے بالاتر ہے کہ کوئی بھی ریاست پر امن اور اطمینان بخش ماحول کی فراہمی کے بغیر معاشی اعتبار سے مستحکم نہیں ہو سکتی۔ بد قسمتی سے پاکستان ایک عرصے سے سیاسی عدم استحکام کا شکار ہے جس کی بنا پر معاشی استحکام کے اہم کرتا دھرتا کاروباری حضرات غیر یقینی کی کیفیت سے دوچار ہیں۔ سیاسی عدم استحکام، ملکی معاشی عدم استحکام کی ایک بڑی وجہ ہے[40]۔ معاشرے کو پر امن بنانے کے لیے باہم دست و گریباں فریقوں کو ایسے معاہدے کی ضرورت ہے جس سے ملک میں امن کی فضا قائم ہو اور معیشت کے کرتا دھرتاؤں کے لیے یقین کی کیفیت پیدا ہو۔ اس کے لیے ہمیں نبی علی صاحبها الصلوۃ والسلام کے کفار سے کیے گئے ان معاہدات سے روشنی حاصل کرنا ہوگی جو انھوں ﷺ نے امن کے قیام کے لیے کفار سے بھی کیے۔ اس کے علاوہ خاص طور پر حاکمِ وقت سے بغاوت اور لڑائی مول لے کر بد امنی، بگاڑ اور فساد پیدا کرنے سے متعلق نبی کریم ﷺ کی واضح ہدایات موجود ہیں۔ اس موضوع کی ایک حدیث کی شرح میں امام نوویؒ لکھتے ہیں: اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اربابِ اقتدار سے ان کے اقتدار کے معاملے میں نزاع نہ کرو اور نہ ہی ان پر اعتراض کرو، الاّ یہ کہ تم ان میں کوئی ایسا ثابت شدہ منکر فعل دیکھو جس کو تم اسلام کے بنیادی امور میں سے جانتے ہو۔ پس جب تم ایسی چیز دیکھو تو تم ان پر نکیر یعنی قولی نصیحت کرو۔ اور تم جہاں کہیں بھی ہو حق بات کہو۔ باقی ان کے خلاف خروج یعنی عملی بغاوت اور ان سے جنگ تو وہ اجماعِ مسلمین کے تحت حرام ہے، خواہ حاکم فاسق و ظالم ہی کیوں نہ ہو اور فرمایا: أمّا الخروج عليهم و قتالهم فحرام بإجماع المسلمين و إن كانوا فسقة ظالمين" اور یہ جو مفہوم میں نے بیان کیا اس کی تائید میں کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اور اہلِ سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حکمران فسق کی بنا پر معزول نہیں ہوتا۔ اور فسق کہ بنا پر حکمران کے معزول ہو جانے کی بات جو فقہ کی کتابوں میں ہمارے بعض اصحاب نیز معتزلہ کی طرف منسوب کر کے بیان ہوئی ہے وہ غلط ہے اور اجماع کے خلاف ہے۔ علماء نے ایسے حکمران کے معزول نہ ہونے اور اس کے خلاف خروج کے حرام ہونے کا سبب یہ

بتایا ہے کہ اس کے نتیجہ میں بدامنی اور خوں ریزی اور آپس کے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں پس اس کی معزولی یا اس کے خلاف خروج کی صورت میں اس سے زیادہ بگاڑ اور فساد برپا ہو گا جتنا کہ اس کے برسر اقتدار رہنے کی صورت میں تھا۔

معیشت کے اسلامی اصول اور ملک کی موجودہ صورتحال

قرآن مجید اور اس کی عملی تعبیر یعنی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرت، کی روشنی میں اسلامی معاشی نظام کے جو اصول وضع ہو سکتے ہیں انہیں علماء نے تفصیلاً بیان کیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ وہ نظام ہر متعلقہ فرد کی معاشی زندگی کا کفیل ہو اور اپنے دائرۂ عمل میں کسی بھی فرد کو معاشی زندگی سے محروم نہ رکھتا ہو۔

۲۔ ایسے اسباب و وسائل کا قلع قمع کرتا ہو جو معاشی دستبرد کا موقع مہیا کر کے افراد انسانی کے درمیان ظلم و استبداد کی راہیں کھولتے اور معاشی نظام کے فساد کا موجب بنتے ہوں۔

۳۔ دولت اور اسبابِ دولت کو کسی خاص فرد یا محدود جماعت کے اندر سمٹ آنے اور اس فرد یا جماعت کو نظامِ معیشت پر قابض و مسلط ہونے سے باز رکھتا ہو تا کہ معاشی نظام تمام کائناتِ انسانی کی فلاح کی بجائے مخصوص طبقوں کے اغراض کا آلہ کار بن کر نہ رہ جائے۔

۴۔ محنت اور سرمایہ کے درمیان صحیح توازن قائم کرتا اور ایک دوسرے کی حدود پر غاصبانہ دستبرد سے بچاتا ہو۔

مذکورہ بالا چار اصول کی روشنی میں اگر پاکستان کی معاصر صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو یہ امر بالکل واضح ہے کہ پاکستانی معاشرہ معاشی پہلو سے ان تمام آلائشوں میں ڈوبا ہوا ہے جن کا قلع قمع اسلامی اصول معیشت کا بنیادی مقصد ہے۔

ارتکازِ دولت

نبوی معیشت کا ایک طرہ امتیاز تھا جو قرآنی اصول پر بھی مبنی ہے کہ دولت چند لوگوں تک محدود ہو کر نہ رہ جائے بلکہ اس کی تقسیم منصفانہ اور عادلانہ ہو اور معاشرے کا ہر فرد دولت سے مستفید ہو سکے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ﴾[41] (تا کہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے)۔

نبوی معیشت کے اس اصول کے تعلق سے کیرن آرم اسٹرانگ لکھتی ہیں:

The early message of the Qur'ān is simple: It is wrong to stockpile wealth to build a personal fortune, but good to give alms and distribute the wealth of society[42].

اس سلسلے میں قرآن کا ابتدائی پیغام سادہ سا ہے۔ ذاتی مقصد کی تعمیر کی خاطر ارتکازِ دولت غلط ہے لیکن دوسروں کو صدقہ دینا اور دولت کو معاشرے میں دولت کی (منصفانہ) تقسیم (گردشِ دولت) کرنا کارِ خیر ہے۔ مغربی مفکرین کی جانب سے محمد ﷺ کو سرمایہ دارانہ نظام کے فروغ کنندہ قرار دینے کے جواب میں وہ لکھتی ہیں کہ ممکن ہے کہ حضرت محمد ﷺ آج کے سوشلزم کے رائج مغربی نظریات سے مطابقت نہ رکھتے ہوں، لیکن اگر دقیق نظر سے دیکھیں تو حضرت محمد ﷺ یقیناً سوشلسٹ [جن کا مقصد معاشرے کے ہر فرد کو انفرادی اور اجتماعی معاشی، سیاسی اور معاشرتی حقوق عطا کرنا ہوں] تھے۔۔۔اور آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنی تمام دولت لوگوں کو بانٹنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کی بجائے انہیں اپنی دولت کو اپنی رضا سے ضرورت مندوں میں تقسیم کرنے میں فراخ دلی اپنانے اور اپنی آمدنی میں سے مسلسل مخصوص رقم غریبوں پر خرچ کرنے کی تاکید کی ہے[43]۔ نبوی معاشرے کی خوبی بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ مسلم امت میں معاشرے کی تنظیم و تشکیل کی بنیاد مساوات کے اصولوں پر رکھی گئی تھی۔ ہر فرد پر یکساں ذمہ داریاں عائد کی گئی تھیں اشرافیہ یا مذہبی پیشواؤں اور پارسیوں کی درجہ بندی کا کوئی تصور نہیں تھا۔ صدقہ و خیرات کا مقصد امیر اور غریب کے درمیان فاصلے کو مٹانا تھا۔ غلام کو آزاد کرنا بھلائی کا کام تھا اصولی طور پر امت کے ہر فرد سے مساوی سلوک کیا جاتا تھا۔ اگر (افرادِ معاشرہ میں) محبت غالب نہ ہو سکے یا نافذ نہ ہو، انصاف اور مساوات کے لیے تو قانون سازی کی جاسکتی ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ قرآن اور پھر مقدس اسلامی قانون (شریعت) نے ایک گہری مساوات کی روح پیدا کرنے میں مسلمانوں کی مدد کی[44]۔

اقوام متحدہ کی جانب سے 2021 میں شائع ہونے والی پاکستان ہیومن ڈویلپمنٹ رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کی اشرافیہ کو دی گئی اقتصادی مراعات بشمول کارپوریٹ سیکٹر، جاگیر داروں اور ملک کے طاقتور حلقے میں اندازاً 17.4 بلین ڈالر یا عام اندازے کے مطابق ملکی معیشت کا تقریباً 6 فیصد اضافہ ہوا ہے[45]۔

اس رپورٹ کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ چند افراد میں دولت کا سمٹ جانا اور انہی کے ہاتھوں میں اس کی گردش بلاشبہ پاکستانی معیشت کے عدم استحکام کی ایک بہت بڑی وجہ ہے۔ اسلامی نظامِ معیشت کے بنیادی اصول میں سے ہے کہ حکومت کی معاشی پالیسی ایسی ہو جو ایسے اشرافیہ کو جنم نہ لینے دے جس سے دولت کی تقسیم ناانصافی اور عدم مساوات کی بنیاد پر ہو۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی پاکستان کے مختلف اداروں میں

ایک ہی درجے کی تنخواہوں، مراعات اور پینشن کی تقسیم ہے۔ نتیجتاً پاکستان کی معیشت عدم استحکام کا شکار نظر آتی ہے اور معاشرہ ناقابلِ تلافی طبقاتی تقسیم میں گھر چکا ہے۔

موجودہ پراگندہ سیاسی اور معاشی نظام کی بہتری کے لیے اسوۂ کاملہ کے ایک اور اہم اصول سے رہنمائی اور اس پر عمل کی بہت ضرورت ہے اور وہ ہے مشورہ اور نظامِ شوریٰ کا احیاء ہے جس میں اسلامی معیشت کے ماہرین کے ساتھ ساتھ موجودہ معیشت کے ماہرین باہم مشاورت کر کے ایک ایسا لائحہ عمل ترتیب دیں جو سیرت کے معاشی اصول کے مطابق ہو اور وہ دیگر معاشی نظاموں کی خرابیوں سے کافی حد تک آزاد ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو صحابہ کرامؓ سے مشورہ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾[46] (اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی اس خوبی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا: ﴿ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾[47] (اور ان کا (ہر) کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے)۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ گھریلو امور میں بھی خاوند اور بیوی تک آپس میں مشاورت کریں۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَن تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا﴾[48] (پھر اگر دونوں (یعنی ماں باپ) اپنی رضامندی سے باہمی مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں)۔ شوریٰ سے مراد برطانوی طرز کی کوئی پارلیمنٹ اور شورائی حکومت سے مراد پارلیمانی حکومت نہیں ہے بلکہ شوریٰ کا مفہوم بہت زیادہ وسیع ہے۔ شوریٰ سے مراد ایک ایسا ملی اور اجتماعی عمل ہے جس میں ہر ایسا شخص حصہ لینے کا پابند ہے جو اپنے علم و فضل، اخلاق و کردار، حکمت و بصیرت اور خدمات کی بنا پر اس عمل میں حصہ لینے کا اہل ہے۔ تمام آراء سامنے آنے کے بعد ان کے بطن سے جو اجتماعی حکمت اور ملی بصیرت جنم لیتی ہے اس کا نام شوریٰ ہے[49]۔

اس وقت جب کہ پاکستان سیاسی، معاشی اور معاشرتی تمام معاملات میں تفریق اور تقسیم در تقسیم کا شکار ہے تو جہاں ہر میدان کے ماہرین سے مشاورت کی ضرورت ہے وہاں اسلامی معیشت کے ماہرین کے ساتھ ساتھ روایتی معیشت کے ماہرین سے مشاورت کی بھی ضرورت ہے تاکہ یکسوئی کے ساتھ معیشت جیسے بڑے چیلنجز سے نبرد آزما ہوا جاسکے۔

شوریٰ کی عملی صورت۔ اجتماعی اجتہاد

شوریٰ کے اسی نظریہ سے اجتماعی اجتہاد کا تصور سامنے آتا ہے۔ اجتماعی اجتہاد کی عمل کے بنیادی محرکات میں ایک اہم محرک یہ تھا کہ امتِ مسلمہ کے اصحاب حل و عقد علماء کی کسی نئے پیش آمدہ مسئلے میں مختلف آراء کے

نتیجے میں پیدا ہونے والے انتشار کو ختم کر کے امت کو نظریاتی اور فکری وحدت میں پرویا جا سکے[50]۔ آج جب کہ انٹرنیٹ، سوشل میڈیا جیسے ایسے وسائل موجود ہیں جن سے معاشرہ مکمل طور پر منتشر (Polarized) ہو چکا ہے، اس لیے آج اجتماعی اجتہاد کے ذریعے پاکستان کے عوام کو فکری اور نظریاتی وحدت کے ذریعے معاشی عدم استحکام کی اس دلدل سے نکالا جا سکتا ہے۔ کچھ علماء کا خیال ہے کہ مسلمانوں میں تفرقہ کی بنیاد انفرادی اجتہاد ہی ہے اس لیے اس پر پابندی ہونی چاہیے اور صرف اجتماعی اجتہاد کے طریقہ کار کو اختیار کیا جائے۔ چنانچہ شیخ عبد الوہاب خلاف لکھتے ہیں:

الذين لهم الاجتهاد بالرأي هم الجماعة التشريعية الذين توافرت في كلّ واحدمنهم المؤهلات الاجتهادية التي قرّرها علماء الشرع الإسلامي فلا يسوغ الاجتهاد بالرأي لفرد مهما أوتي من المواهب، و استكمل من المؤهلات، لأنّ التاريخ أثبت أن الفوضى التشريعية في الفقه الإسلامي كان من أكبر أسبابها الاجتهاد الفردي.

جن افراد کے پاس رائے سے اجتہاد کرنے کی اہلیت ہے ان سے مراد وہ قانون سازی کرنے والی جماعت ہے جن کے ہر فرد کے پاس علمائے شرع کی مقرر کردہ اجتہادی صلاحیتیں موجود ہیں اس لیے کسی فرد واحد کو اجتہاد بالرائے کی اجازت نہیں اگرچہ اس کے پاس کتنی ہی صلاحیت اور اہلیت کا کمال کیوں نہ ہو۔ کیونکہ تاریخ نے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلامی فقہ میں قانونی انتشار کا بڑا سبب انفرادی اجتہاد ہے۔ ماضی کے بڑے مجتہدین کی انفرادی اجتہاد کی کوششوں سے حل ہونے والے مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے اگرچہ انفرادی اجتہاد کی مذمت پر مشتمل یہ تصور درست نہیں اور اسی لیے علماء نے اس کارد بھی کیا ہے[51] لیکن انتشار کے اس دور کو سامنے رکھتے ہوئے نہ صرف امت کے معاشی امور بلکہ دیگر امور کو بھی اجتماعی اجتہاد کے ذریعے حل کرنا بہت سی بڑی خرابیوں کے بچاؤ کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

نتائج بحث

مذکورہ بالا مطالعہ کی روشنی میں مندرجہ نتائج اخذ کیے جاتے ہیں:

۱۔ پاکستان کے موجودہ معاشی عدم استحکام کا شکار ہے جس سب سے بنیادی وجہ اس میں قرآنی اور نبوی معاشی اصول سے دوری پر مبنی ہونا ہے۔ قرآنی اور نبوی معیشت کی بنیاد انسانی فلاح و بہبود، انسانی ضرورت اور اس کی خیر خواہی اور بھلائی پر مبنی ہے۔ جب کہ سرمایہ دارانہ معیشت کی بنیادی تعیش اور تکاثر پر مبنی ہے۔

۲۔ انہی اصول کو پیشِ نظر رکھ کر انصاف کی بنیاد پر وسائل کی تقسیم اور کسی بھی ریاست کے ہر شہری تک زندگی کی بنیادی ضروریات کی فراہمی اسلامی معاشی نظام کی اولین ترجیح قرار پاتی ہے۔

۳۔ قرآنی اور نبوی معاشی اصول کی روشنی میں پاکستان کے معاشی عدم استحکام کا حل یہ ہے کہ حکومت عوام کی فلاح و بہبود کو پیش نظر رکھ کر کام کرے تاکہ ریاست عوام کے معاشی نظام کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہوئی محسوس ہو۔ اور نتیجتاً عوام ریاست کی مشکلات میں اپنا ہاتھ بڑھا سکیں۔

۴۔ کسی بھی ملک کا معاشی استحکام اس کے سیاسی استحکام اور پر امن فضا پر منحصر ہوتا ہے۔ لیکن ایک عرصے سے پاکستان سیاسی اعتبار سے عدم استحکام کا شکار ہے۔ جو معاشی عدم استحکام کی بہت بڑی وجہ ہے۔

۵۔ وسائل ریاست کی تقسیم کسی بھی ریاست کے معاشی استحکام میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ پاکستان کے قیام سے ہی ان وسائل کی تقسیم غیر منصفانہ ہے جس کی بنا پر بہت سے استحصالی طبقات نے جنم لیا ہے۔ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں اس امر کی توضیح ہوتی ہے کہ اگر وسائل کی تقسیم کا عادلانہ اور منصفانہ نظام قائم کیا جائے تو یہ معیشت کے مستحکم ہونے کی ضمانت ہو گی۔

۶۔ غیر ملکی اور ملکی قرضے ریاست پاکستان کے لیے معیشت کے عدم استحکام کی بڑی وجہ ہیں۔ سیرت نبی ﷺ کی روشنی میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ملکی پیداوار بڑھا کر، قناعت، سادگی، دیانتداری اور امانت داری کی فضا قائم کر کے ان غیر ضروری قرض کو کم کر کے اس سے مکمل نجات کا سفر شروع کیا جا سکتا ہے۔ اور حکومت اپنے اختیارات کی بنیاد پر بڑے سرمایہ داروں سے سرمایہ لے کر یہ قرض ادا کر سکتی ہے۔

۷۔ ٹیکنالوجی کا مؤثر استعمال اس سلسلے میں بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر معیشت کو آج کے دور میں مستحکم نہیں کیا جا سکتا۔

۸۔ ملک کے تمام اسٹیک ہولڈرز اور اسلامی اور معاصر معاشی امور کے ماہرین کو اجتماعی طور پر کوئی حکمت عملی وضع کرنا ملکی معاشی استحکام کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ معاشی عدم استحکام کی ایک وجہ ملکی اہل حل و عقد کے درمیان یکسوئی کا فقدان اور ایک مؤثر پالیسی کا نہ ہونا بھی ہے۔ اس سلسلے میں نبوی سیرت علی صاحبہا الصلاۃ و السلام کے نظام شوریٰ سے رہنمائی لی جا سکتی ہے۔

۹۔ معاشی عدم استحکام کے یہ مظاہر سرمایہ دارانہ نظام کی دین ہے۔ اس لیے حکومتی اداروں کی اصلاحات اور قرآن اور نبوی سیرت علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی روشنی میں معاشی قوانین کو نافذ کیے بغیر معاشی استحکام حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

۱۰۔ وحی پر مبنی یہ معاشی اصول ہی ایک عام آدمی تک بہتر معاشی اثر ڈال سکتے ہیں کیونکہ اس میں ضرورت، خیر خواہی اور باہمی تعاون کے اصول کار فرما ہوتے ہیں جب کہ اس کے مدمقابل سرمایہ دارانہ نظام نے نہ صرف تیسری دنیا

کے لوگوں کو غربت اور قرض کے بوجھ میں دھکیلا ہے بلکہ ، بہتر معاشی اشاریوں اور جی ڈی پی(Gross Domestic Product)کی ترقی کے بڑے دعوؤں کے باوجود حصولِ تعیش،خود غرضی،ہوس، مقابلے بازی، تقسیم وسائل میں ناانصافی اور تکاثر کے اصول نے خود ترقی یافتہ ممالک، عام آدمی تک معاشی بہتری کے اثرات(Trickle Down Effects) پہنچانے میں کوئی کردار ادا نہیں کرسکے۔

حوالہ جات وحواشی

1. Wallstreetmojo Team, Economic Stability, wallstreetmojo.com/economic-stability/#h-factors-affecting-economic-stability. Accessed on 27-04-2023.

2۔ دیکھیے:

Wallstreetmojo Team, Economic Stability, wallstreetmojo.com/economic-stability/#h-factors-affecting-economic-stability. Accessed on 27-04-2023.

3- Wallstreetmojo Team, Economic Stability, wallstreetmojo.com/economic-stability/#h-factors-affecting-economic-stability. Accessed on 27-04-2023.

4۔ پروفیسر خورشید احمد، پاکستان کے سیاسی، آئینی اور انتظامی مسائل،ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، دسمبر (۲۰۲۲)،۵۔۶۔

5۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلام اور جدید تجارت ومعیشت، گوجرانوالہ، الشریعہ، جنوری فروری(۲۰۱۱ء)،۲۲(۱۔۲)،۵۱۳۔

6۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ()۱۰۴:۱۔

7۔ ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام بن ایوب الحمیری(۲۱۳ھ)، السیرۃ النبویۃ، تحقیق: مصطفى السقا وإبراهيم الأبياري وعبد الحفيظ الشلبي(مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفى البابي الحلبي وأولاده، ط۲، ۱۳۷۵ھ، ۱۹۵۵ء)، ۱:۵۱۸۔

8۔ دیکھیے: ڈاکٹر محمود احمد غازی، ریاست اور امورِ ریاست (کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، طن، ۲۰۱۹)، ۱۶۰۔۱۶۱۔

9۔ ملاحظہ کیجیے:

https://www.worldeconomics.com/GrossDomesticProduct/Debt-to-GDP-Ratio/Pakistan.aspx- accessed on 28-04-2023

10۔ ملاحظہ کیجیے:

https://www.worldeconomics.com/GrossDomesticProduct/Debt-to-GDP-Ratio/Pakistan.aspx- accessed on 28-04-2023

11۔ دیکھیے:

https://www.serendipity.li/hr/imf_and_dollar_system.htm -Accessed on 27-04-2023.

12۔ قرضوں کے بڑھتے ہوئے اس رجحان اور اس کی خرابیوں کی نشاندہی کے لیے دیکھیے:

ڈاکٹر عمر چھاپرا، عالمی مالیاتی بحران پر ایک نظر، مشمولہ: تحقیق۔ تصورات اور تجربات (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ط۔ن، ۲۰۱۲ء)، ۸۹ومابعد۔

[13] ۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۲۷۸۔۲۷۹۔

[14] ۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۲۸۰۔

[15] ۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۲۴۵۔

[16] ۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، حدیث: ۲۸۹۳۔

[17] ۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، حدیث: ۲۹۵۴۔

[18] ۔ محمد یسین مظہر صدیقی، عہدِ نبوی میں سماجی عدل وانصاف، اسلام آباد، سیرت سٹڈیز (۲۰۱۶)، ۱:۱، ۴۹۔

[19] ۔ سورۃ التغابن، ۶۴:۱۷۔

[20] ۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: محمد یسین مظہر صدیقی، عہدِ نبوی میں سماجی عدل وانصاف، اسلام آباد، سیرت سٹڈیز (۲۰۱۶)، ۱:۱، ۴۹۔ ۵۰۔ ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی، خطباتِ سرگودھا، مرتب: ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر (سرگودھا: شعبہ علوم اسلامیہ، ط۔ن، س۔ن)، ۱۵۹۔ ابن ہشام کی روایت کو اس ضمن میں بنیاد بنایا گیا ہے۔ جس میں یہ کہا گیا: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، لَا تُدْخِلُوا فِي بِنَائِهَا مِنْ كَسْبِكُمْ إِلَّا طَيِّبًا، لَا يَدْخُلُ فِيهَا مَهْرُ بَغِيٍّ، وَلَا بَيْعُ رِبًا، وَلَا مَظْلَمَةُ أَحَدٍ مِنْ النَّاسِ (اے گروہ قریش کعبے کی تعمیر میں صرف اپنی پاکیزہ کمائی شامل کرو، نہ اس میں بغاوت کا مال، نہ سود کی تجارت کا سامان اور نہ ہی وہ مال جو کسی شخص سے ظلما ہتھیا لیا گیا ہو)۔ (ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام بن ایوب الحمیری (۲۱۳ھ)، السیرۃ النبویۃ، ۱:۱۹۴)۔

[21] ۔ ماہنامہ بینات، (کراچی)، ۱۴۲۴ھ

[22] ۔ ڈاکٹر عمر چھاپرا، عالمی مالیاتی بحران پر ایک نظر، مشمولہ: تحقیق۔ تصورات اور تجربات (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ط۔ن، ۲۰۱۲ء)، ۱۰۰۔

[23] ۔ مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ط۔ن، س۔ن)، ۸۰۔۸۱۔

[24] ۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، ریاست اور امورِ ریاست، ۱۶۹۔

[25] ۔ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، باب القطائع، حدیث: ۲۳۷۶۔

[26] ۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے:

Adams, R.H.J. and He, J.J.(1995), Sources of income inequality and poverty in rural Pakistan Reseach Report No 102. International Food Policy Reseach Institutes of Agriculture. Evidence from rural Rwands. Washington, DC World Bank.

https://islamfort.com/islamic-maishat-me-zaraat-ki-ahmiyat-aur-us-se-mutalliqa-ahkaam/#_ftn1. Accessed on 26-04-2023.

[27] ۔ شیخ عمران فیصل، اسلامی معیشت میں زراعت کی اہمیت اور اس سے متعلقہ احکام۔
https://islamfort.com/islamic-maishat-me-zaraat-ki-ahmiyat-aur-us-se-mutalliqa-ahkaam/#_ftn1. Accessed on 26-04-2023.

[28] ۔ بخاری، الجامع الصحیح، حدیث: ۳۰۶۰۔ اس حدیث کے مطابق مسلمانوں کی تعداد پندرہ سو ذکر کی گئی ہے۔

[29] ۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، ریاست اور امور ریاست، ۱۶۲۔

[30] ۔ حفظ الرحمٰن سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، ۱۳۲۔ ۱۳۳ بحوالہ طبری، ۵: ۲۲۔ ۲۳۔

[31] ۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۱۸۵۔

[32] ۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، ۶۹۔

[33] ۔ دیکھیے: ابن بطال, تألیف: ابن بطال أبو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك، شرح صحيح البخاري، تحقيق: أبو تميم ياسر بن إبراهيم, (مكتبة الرشد، ط ۲، ۱۴۲۳ھ)۔

[34] ۔ پروفیسر خورشید احمد، پاکستان کے سیاسی، آئینی اور انتظامی مسائل، ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، دسمبر (۲۰۲۲)، ۶۔

[35] ۔ ابو شہبہ، السيرة النبوية على ضوء القرآن والسنة (دمشق: دار القلم، ط۸، ۱۴۲۷ھ)، ۲: ۵۶۲۔ یہ نتیجہ ابو شہبہ نے صحیح بخاری میں مذکور نبی کریم ﷺ کے ہرقل کی جانب لکھے گئے خط کے رد عمل کے طور پر ابو سفیانؓ سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہرقل سے ہونے والی گفتگو سے اخذ کیا ہے۔ روایت کے لیے دیکھیے: ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، (ریاض: دار السلام)، ح ۲۹۴۱۔

[36] ۔ دیکھیے: مولانا غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن (لاہور: فرید بک سٹال، ط۳، ۱۹۹۹ء)، ۱: ۱۰۳۶۔

[37] ۔ شریعت میں ایک کفالت تو انفرادی ہوتی ہے۔ جس میں ہر شخص پر کفیل ہونے کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں لیکن دوسری نوع کفالت عامہ کی ہے جس سے مراد ریاست پر اپنی رعایا کے کفیل ہونے کی بناء پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔

[38] ۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح (ریاض: دار السلام) حدیث نمبر: ۱۵۷۔

[39] ۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ط ۱، ۱۴۱۰)، ۳: ۲۳۲۔

[40] ۔ میمونہ حسین، معاشی عدم استحکام کیسے ممکن ہے؟ دیکھیے:
https://www.express.pk/story/2358112/464/ accessed on March 04, 2023.

[41] ۔ سورۃ الحشر، ۵۹: ۷.

[42]. Karen Armstrong, Muhammad: A Biography of the Prophet(London:2001), 92.
[43]. Karen Armstrong, Muhammad: A Biography of the Prophet, 92.93.
[44]. Karen Armstrong, Muhammad: A Biography of the Prophet, 229.

[45]. https://www.thefridaytimes.com/2022/05/12/five-steps-pakistan-needs-to-take-to-resolve-its-grave-economic-crisis/ accessed on 26-04-2023.

[46] ۔ سورۃ آل عمران، ۳:۱۵۹.

[47] ۔ سورۃ الشوریٰ، ۴۲:۳۸۔

[48] ۔ سورۃ آلبقرۃ، ۲:۲۳۳۔

[49]۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، ریاست اورامورِ ریاست، ۷۲۔

[50] ۔ دیکھیے: ڈاکٹر زبیر احمد، اجتماعی اجتہاد کا مفہوم، دائرہ کار اور محرکات (لاہور:)، ۱۲۴۔

[51] ۔ دیکھیے: شعبان محمد اِسماعیل، ڈاکٹر، الاجتهاد الجماعي ودور المجامع الفقهية في تطبيقه (بیروت: دار البشائر الاسلامیة، ط۱، ۱۹۹۸ء)، ۱۲۲۔